مشق

۱۔ صحیح یا غلط پر نشان لگائیں۔

(ا) پاکستان کے بعض خطوں کی تحریک دراصل نسلی تحریک ہے۔ (ص/غ)

(ب) پاکستانی قومیت بالکل غیر واضح چیز ہے۔ (ص/غ)

(ج) پاکستانی قومیت کی اب پھر تعریف پوچھی جانے لگی ہے۔ (ص/غ)

(د) مسلمان اپنی تہذیب اور زندگی کے نقطۂ نظر کو چھوڑنے کے لیے تیار تھے۔ (ص/غ)

(ہ) اقبال، عقائد اور وطن کی وحدت میں گہرا عقیدہ رکھتے تھے۔ (ص/غ)

۲۔ درج ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔

متحدہ قومیت۔ حجت بازی۔ مستحکم۔ نقطۂ نظر۔ شکوک و شبہات۔ تہذیبی وراثت۔ نیک نیتی۔

۳۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے پاکستانی قومیت کا جو مسئلہ بیان کیا ہے، آپ اس سے کس حد تک متفق ہیں؟

۴۔ قومیت اور علاقائیت کے مابین، جو امتیاز مصنف نے واضح کیا ہے، اُسے اپنے لفظوں میں لکھیں۔

۵۔ خالی جگہیں اصل متن کے مطابق پُر کریں۔

(ا) جن کے تصورات کو میں ______ پر محمول نہیں کرتا۔

(ب) پاکستان کے لیے جدا قومیت کا جو ______ اٹھایا جاتا ہے۔

(ج) جس کی کسی نے ______ کرا دی تھی۔

(د) پاکستانی ______ بالکل واضح چیز ہے۔

(ہ) قوم کو ابھی خود بھی معلوم نہیں کہ ہم ______ بھی ہیں یا نہیں۔

۶۔ متعلق فعل کیا ہوتا ہے؟ فعل، فاعل اور مفعول کی مناسبت سے کیسے تبدیل ہوتا ہے؟

ڈاکٹر عبادت بریلوی

پیدائش: ۱۹۲۰ء | وفات: ۱۹۹۸ء

ڈاکٹر عبادت بریلوی نے پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز اینگلو عریبک کالج دلّی سے کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد لاہور آئے اور اورینٹل کالج لاہور سے منسلک ہو گئے اور ترقی کرتے ہوئے شعبۂ اُردو کے صدر بن گئے۔ ڈین فیکلٹی آف آرٹس بھی رہے اور اورینٹل کالج کے پرنسپل بھی۔ ۱۹۸۰ء میں وہ ملازمت سے سبک دوش ہوئے۔ وہ اردو کے ایک نامور محقق تھے۔ اُن کی بیشتر کتابیں ہندو پاک کی مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب کا حصہ رہی ہیں لیکن بطور نقاد بھی اُن کی حیثیت مُسلّمہ ہے۔ ان کی تنقید کا انداز وضاحتی تجزیے کا ہے۔ ایسے تجزیے میں کسی مصنف کے ابتدائی احوال سے لے کر ارتقائی مرحلے بھی کچھ زیرِ بحث آجاتے ہیں۔ اُن کا تجزیہ عام طور پر ہمدردانہ ہوتا تھا۔ وہ ادبی مسائل کی پیچیدگیوں میں نہیں اُلجھتے، بلکہ معنوی سطح پر رہتے ہوئے ادب پارے کا تمام احوال قاری کے سامنے رکھ دیتے تھے۔ وہ اپنے تجزیے کو درجہ بہ درجہ قاری کے سامنے کھولتے ہوئے اسے اپنے منطقی استدلال سے قائل کرتے ہیں۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی کے ہاں تحقیق اور تنقید کا رشتہ زیادہ مضبوط نظر آتا ہے۔ ایک محقق کی حیثیت سے اُنھوں نے فورٹ ولیم کالج کے اساتذہ کے تصنیفی کارناموں اور غیر معمولی نوادر کو تلاش کیا۔ اُنھوں نے گلکرسٹ کی نظمیں، حیدری کی کہانیاں، ولیؔ، میرؔ اور مومنؔ کے حالات زندگی تلاش کی، جو ایک گرانقدر تخلیقی کارنامہ ہے۔

تصانیف: اُردو تنقید کا ارتقا، تنقیدی زاویے، غزل اور مطالعۂ غزل، غالب کا فن، روایت کی اہمیت، جدید شاعری، جدید اُردو ادب اور میر تقی میرؔ وغیرہ

ڈاکٹر عبادت بریلوی

کچھ ادب کے بارے میں

صدیاں گزر گئیں، جگ بیت گئے لیکن ازل سے ادب کا جو سوتا انسانی ذہن و دماغ، شعور و ادراک اور جذبات و احساسات سے پھوٹا تھا وہ آج بھی اسی طرح بہہ رہا ہے۔ اس درمیان میں ہزار ہا انقلاب آئے، زمانے نے بیسیوں کروٹیں لیں اور دنیا کے نقشے کو بدل کر رکھ دیا، لیکن کوئی تبدیلی، کوئی انقلاب، کوئی حادثہ ادب کے اس بہتے ہوئے چشمے کو خشک نہ کر سکا۔ برخلاف اس کے جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا، وقت کے ساتھ ساتھ ادب کے قدم ترقی کی شاہراہوں پر برابر آگے کی طرف بڑھتے گئے۔ زمانے کی مشاطگی اس کو زیادہ سے زیادہ بناتی سنوارتی گئی۔ چنانچہ وہ وقت کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ حسین بھی ہوتا گیا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ دل موہ لینے والی کیفیت بھی پیدا ہوتی گئی۔ زمانے کے تغیرات و انقلابات اس کو ختم تو نہ کر سکے لیکن اُس کے اثرات کو ہر دور کے ادب نے ضرور قبول کیا اور بڑی حد تک وہ ان ہی تبدیلیوں، ان ہی تغیرات اور ان ہی انقلابات کے سانچوں میں ڈھلتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں ادب میں ہر زمانے کی تہذیب کے اثرات کارفرما ملتے ہیں وہ بالکل ایک عکس معلوم ہوتا ہے، اس زمانے کے سماجی، معاشی اور اقتصادی حالات کا۔ زندگی کی ساری تصویریں اس میں ہمیں چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی نظر آتی ہیں۔

لیکن آخر ادب کیوں پیدا ہوا؟ کیوں اس کا سوتا پھوٹا اور پھوٹ کر چشموں اور دریاؤں کی صورت اختیار کرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ، ہر زمانے، ہر دور اور ہر ماحول میں برابر بہتا رہا؟ کیوں اس کو حوادثِ زمانہ کی بادِ سموم خشک نہ کر سکی؟ انقلابات و تغیرات کیوں اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکے؟ وہ کیوں ہر زمانے کی زندگی کو سرسبزی و شادابی سے روشناس کرتا رہا اور کیوں اس نے بعض اوقات خود زمانے کی بہتی ہوئی ندی کے دھارے کے رُخ کو بدل دیا؟

یہ سوالات ادب کے ہر اس طالب علم کے لیے ضروری اور اہم ہیں جو ادب کے بارے میں سوچنا سمجھنا اور اس کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم کرنا چاہتا ہے۔ ان سوالات کو پوری طرح ذہن نشین کیے بغیر ادب کو پوری طرح سمجھا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ اس کی اہمیت ہی کا نتیجہ ہے کہ ادب کے ساتھ ساتھ ہر دور میں ان سوالات پر بھی ادبیات کے طالب علم غور و خوض کرتے رہے اور انھوں نے اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق مختلف طریقوں اور مختلف زاویوں سے ان پر روشنی ڈالی۔

ہاں! تو ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ادب کیوں اور کس لیے وجود میں آیا؟ ادب کی قدامت کا اندازہ تو صرف اس کی ایک بات سے ہو سکتا ہے کہ جس وقت انسان اس دنیا میں نیا نیا آیا تھا، اُسی وقت سے اس نے ادب کی تخلیق شروع کر دی تھی۔ تخلیق کا جوہر اور تخلیق کی خواہش انسان کے اندر بالکل فطری ہے، چنانچہ انسان نہ صرف ادب، بلکہ ہر چیز کی تخلیق میں لطف محسوس کرتا ہے۔ کسی ایسی چیز کی تخلیق، جو روزمرہ کے استعمال میں آتی ہو، جس سے انسانیت کو راحت و آرام ملتا ہو، یا پھر کسی ایسی چیز کی تخلیق جس کو صرف دیکھ کر ہی وہ لطف، لذت اور مسرت حاصل کرتا ہو۔ یہ تخلیق کی اس فطری خواہش کا نتیجہ ہے، جو انسان کے اندر قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی ہے۔ بالکل اسی طرح ادب کی تخلیق بھی ہے، جس میں انسان کی اسی فطری خواہش کو دخل ہے۔ البتہ اس کی نوعیت کسی قدر بدل جاتی ہے۔ دوسری تخلیقات کا تعلق مادیت سے ہے، لیکن ادب کی تخلیق میں مادے کو دخل نہیں۔ برخلاف اس کے اس کی نوعیت روحانی ہے۔ انسان کے جذبات و احساسات میں جو موجیں برابر اٹھتی رہتی ہیں، اُن کو خوبصورت الفاظ کا جامہ پہنا دینا ادب کہلاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان جذبات کا پُتلا ہے اور ابتدائے آفرینش میں تو وہ سوائے جذبات کے اور کچھ تھا ہی نہیں۔ اُن دنوں اُس میں عقل و شعور کے عناصر پوری طرح بیدار نہیں ہوئے تھے۔ وہ چیزوں کے متعلق سوچ سمجھ کم سکتا تھا۔ خارجی چیزیں اور ان سے پیدا ہونے والے ذرا ذرا سے واقعات اُس کے جذبات کے ٹھہرے ہوئے سمندر میں ایک ایسی ہوا کا کام کرتے تھے، جس سے اس میں مدّ و جزر اور تلاطم کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ جذبات کے سمندر کی ان متلاطم موجوں کو وہ الفاظ کا روپ دے دیتا تھا، جس کو آج ہم ادب کے تحت شمار کرنے کے لیے مجبور ہیں۔ دنیا میں نو وارد انسان کو اگرچہ لکھنے پڑھنے کا شعور نہیں تھا، لیکن

اس کے باوجود جہاں تک ادب کا تعلق ہے، اُس کی تخلیق کوششیں جاری تھیں۔ چنانچہ ابتدائی زمانے میں ادب کے نشانات ہمیں اُن گیتوں کی شکل میں ملتے ہیں جو انسان کے وقتی تاثر کے زیرِ اثر تخلیق کیے گئے تھے اور جن کو لوگوں نے زبانی یاد کر لیا تھا اور جب لکھنے کا شعور پیدا ہوگیا تھا تو ان کو پہلے پتوں پر اور پھر کاغذ اور کپڑے وغیرہ پر لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ یہ ادب کے ابتدائی نقوش تھے جو وقت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ بنتے سنورتے رہے اور جن کے موضوعات میں اضافہ ہوتا رہا۔

سوال یہاں یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ ان جذبات واحساسات کو انسان نے خود اپنے تک محدود کیوں نہیں رکھا اور عالم آشکارا کر دینے کی کوشش کیوں کی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں یہ خواہش بھی بالکل فطری ہے کہ جو خیالات اس کے دل میں پیدا ہوں، ان کو وہ بہتر سے بہتر طریقے سے دوسروں تک پہنچائے۔ انسان ایک سماجی مخلوق ہے۔ ایک دوسرے سے مل جل کر رہتا ہے اور اس پر جو کچھ گزرتی ہے، جو سانحات بھی اس کے دل پر اپنے نقوش چھوڑتے ہیں، حالات کی جن کروٹوں سے بھی وہ متاثر ہوتا ہے، اُن سب کو کسی نہ کسی صورت میں ساتھیوں تک پہنچا دینا، اس کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ جو کچھ بھی لکھتا ہے؛ جس چیز کی بھی تخلیق کرتا ہے، اس میں پہلے تو اُس کو ذاتی طور پر سکون ملتا ہے اور دوسری طرف سماج کے دوسرے افراد اس میں دلچسپی لیتے ہیں، اگر انسان کے دل میں یہ خواہشات نہ ہوتیں، تو ادب اپنی موجودہ صورت میں ہمیں ہرگز نظر نہ آتا۔

ایک طرف تو تخلیق کی فطری خواہش اور دوسری طرف اپنے آس پاس کے افراد سے دل پر بیتی ہوئی حالت کو ظاہر کر دینے کا خیال، ان دونوں عناصر نے مل کر ادب کو پیدا کیا۔ اسی لیے ادب بہ یک وقت انسان کا ایک اضطراری اور سماجی فعل ہوا جس میں آفاقیت کی جھلکیاں بسیرا لیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ بعض جگہ اس نے اپنے مخصوص ماحول اور سماج کی عکاسی ضرور کی، لیکن بڑا ادب وہی سمجھا گیا جس میں آفاقیت کے عناصر کی پوری طرح کارفرمائی تھی۔ غرض ادب پھیلا اور بڑھا اور چونکہ وہ انسانوں کی اپنی چیز تھی، اس لیے انھوں نے اس سے دلچسپی لی۔ یہ اور بات ہے کہ مختلف لوگوں کے ادبی مذاق میں اختلافات رہے، لیکن ادبی ذوق ان میں رہا ضرور! یہ بات کسی قدر عجیب ضرور ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے میں سماج کے افراد انفرادی اور اجتماعی طور پر ادب سے دلچسپی لیتے

رہے۔ ادبی ذوق اچھا یا بُرا، کم یا زیادہ ہر شخص کے دل میں رہا ضرور۔ بعضوں نے اپنے علم، شعور اور مذاق کی بلندی اور شستگی کے باعث اس میں نکھار پیدا کیا اور بعضے ان باتوں کے فقدان کے باعث ایسا نہ کر سکے لیکن ذرا گہری نظر ڈالنے کے بعد یہ بات حقیقت نظر آنے لگتی ہے کیونکہ جس طرح انسانوں کے اندر ادب کو تخلیق کرنے کی خواہش بالکل فطری ہے، اسی طرح اس سے دلچسپی لینا بھی ان کی فطرت میں داخل ہے۔ کون انسان ایسا ہوسکتا ہے جو دوسرے انسانوں کے جذبات واحساسات سے دلچسپی نہ لیتا ہو اور پھر جب اس جگ بیتی کے روپ میں اس کو آپ بیتی کی تصویریں نظر آئیں اور پھر جب ان کا پیش کرنے والا فن کار ان میں ایسے رنگ بھر دے، جو ان کو فن کاری کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر کے تمام تر جمالیاتی خوبیوں کا نمونہ بنا دیں۔

انسان کے اندر حُسن کا احساس سب سے زیادہ قوی ہے اور وہ ہر لحہ اور ہر گھڑی اس حُسن کی تلاش میں رہتا ہے اور ادب چونکہ فنکاری کے ساتھ ساتھ چند خاص خیالات اور چند خاص جذبات واحساسات کو پیش کرنے کا نام ہے، اس لیے اس میں حسن کا پیدا ہونا لازمی ہے اور جب کسی چیز میں حسن پیدا ہو جاتا ہے تو انسان اس میں دلچسپی لیے بغیر نہیں رہ سکتا، کیونکہ وہ فطرتاً حسن کا شیدائی ہے۔ چنانچہ ادب سے انسان کی دلچسپی کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں فن کارانہ اور صناعانہ حسن کی دنیائیں سموئی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ اس سے دلچسپی لیتا ہے، کیونکہ اس کے وجود سے اس کے احساسِ جمال کو تسکین ہوتی ہے۔ یہ احساسِ جمال کوئی اٹل چیز نہیں، یہ بھی وقت، ماحول، حالات وواقعات، افتادِ طبع اور ذہنی رجحانات کے اختلافات کے باعث ایک دوسرے سے مختلف ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے، لیکن احساسِ جمال کا ہونا ہر انسان کے اندر لازمی ہے۔ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، اچھا ہو یا بُرا۔ یہ ممکن ہے کہ ادب یا فنونِ لطیفہ کا ایک شاہکار ایک ہی وقت میں ایک ایسے انسان کی دلچسپی کا باعث بنے اور اس کے احساسِ جمال کو تسکین دے، جس کے مزاج، افتادِ طبع اور ذہنی رجحان میں اس شاہکار کی خصوصیات میں ہم آہنگی ہو اور اس وقت وہی شاہکار ایک دوسرے انسان کی، جس کے مزاج کو اس سے مناسبت نہیں، طبیعت منغض کر دے، لیکن یہ ممکن نہیں ہوسکتا کہ کوئی بھی انسان کسی بھی خوبصورت چیز کو دیکھ کر متاثر نہ ہو۔ جہاں تک ادب کا تعلق ہے، اس میں تو حسن ہوتا ہی ہے، چاہے اس کے موضوعات بہ ذاتِ خود حسین نہ ہوں، بلکہ کریہہ اور بدصورت ہوں۔

یہ تو فن کار کا کمال ہے کہ وہ بدصورت سے بدصورت چیز میں بھی حُسن کی رعنائی اور دل کشی پیدا کر دے۔ بہرحال ادب ایک ایسا مقام ہے، جہاں فنکار کی صناعی بدصورت چیز کو بھی حسن کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر کے پیش کر سکتی ہے۔ اس اعتبار سے ادب کا مرتبہ بہت بلند ہو جاتا ہے کیونکہ ہماری سماجی زندگی میں کوئی اور مقام ایسا نہیں آ سکتا، جہاں بدصورت چیز کو بھی حسین بنا کر پیش کیا جا سکے۔ یہ شرف صرف فنونِ لطیفہ اور ادب کو ہی حاصل ہے۔ پس انسانی زندگی میں اس کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔

(تنقیدی زاویے)

مشق

ا۔ متن کی مدد سے خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) انسان کے اندر تجسس کا احساس سب سے زیادہ قوی ہے۔

(ب) زمانے کی مَشّاطگی اس کو زیادہ سے زیادہ بناتی سنوارتی ہے۔

(ج) ان جذبات و احساسات کو .... نے خود اپنے تک محدود کیوں نہیں رکھا۔

(د) ادب سے انسان کی .... کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے۔

(ہ) بہرحال یہ .... کے ابتدائی نقش تھے۔

(و) ادب کے قدم ترقی کی .... پر برابر آگے بڑھتے گئے۔

(ز) احساسِ جمال کا ہونا ہر .... کے اندر لازمی ہے۔

۲۔ عبادت بریلوی نے اس مضمون میں کن زاویوں سے ادب کی افادیت پر روشنی ڈالی ہے؟

۳۔ تنقید کی تعریف کریں نیز بتائیے کہ زیرِ نظر مضمون "کچھ ادب کے بارے میں" کہاں تک اس پر پورا اُترتا ہے؟

۴۔ ادب کی اہمیت پر نوٹ لکھیں۔

۵۔ فعل کی فاعل سے مطابقت کے حوالے سے جملے درست کر کے لکھیں۔

☆ میری کتابیں، قلم اور کاپیاں سب چوری ہو گئے۔

☆ چار کپ، ایک گلاس اور دو پلیٹیں ٹوٹ گئے۔

☆ شاہ جہاں نے عمارتیں بنوائیں۔

☆ ہم نے پہاڑ کے پتھروں کو کاٹ لے پائے۔

☆ فضول خرچی کی وجہ سے اس کا سرمایہ اور احترام لُٹ گئے۔

۶۔ سیاق و سباق کے حوالے سے درج ذیل جملوں کی تشریح کریں۔

ا۔ ایک طرف تو تخلیق کی فطری خواہش اور دوسری طرف اپنے آس پاس کے افراد سے دل پر بیتی ہوئی حالت کو ظاہر کر دینے کا خیال، ان دونوں عناصر نے مل کر ادب کو پیدا کیا۔

ب۔ اس اعتبار سے ادب کا مرتبہ بہت بلند ہو جاتا ہے، کیوں کہ ہماری سماجی زندگی میں کوئی اور مقام ایسا نہیں آ سکتا، جہاں بدصورت چیز کو بھی حسین بنا کر پیش کیا جا سکے۔

اُردو حُروف تہجی:

ا، آ، ب، پ، ت، ٹ، ث، ج، چ، ح، خ، د، ڈ، ذ، ر، ڑ، ز، ژ، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، ک، گ، ل، م، ن، و، ہ، ی، ے۔ (تعداد = ۳۷)

مُرکب حُروف: وہ حروف ہیں جو ہائے دوچشمی (مخلوط) سے مل کر بنتے ہیں۔ یہ کل تعداد میں پندرہ (۱۵) ہیں۔

بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، رھ، ڑھ، کھ، گھ، لھ، مھ، نھ

زبان کے جدید اُصولوں کے مطابق الف پہلے اور آ بعد میں آتا ہے کیونکہ الف ایک جب کہ الف + الف = آ شمار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہائے مخلوط (ھ) اُردو میں کبھی لفظ کے شروع میں نہیں آتا۔ ہمزہ اُردو میں پورا حرف شمار نہیں ہوتا یہ بسا اوقات بطورِ اضافت آتا ہے۔ مثلاً سرمایۂ اُردو، مجموعۂ کلام، تحفۂ خلوص۔

ہدایات برائے اساتذہ: طلبہ کو تنقید کی تعریف اور چند مشہور نقادوں کے نام بتائیں۔